Content for Essay Writing Competition for Intermediate / Degree & Post Graduate students

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (زمر)

روح قدسی کو عالم جسمانی میں اس وقت تک رہنے کی ضرورت تھی کہ تکمیل شریعت اور تزکیہ نفوس کا عظیم الشان کام درجہ کمال تک پہنچ جائے، حجۃ الوداع میں یہ فرض اہم ادا ہو چکا، توحید کامل اور مکارم اخلاق کے اصول عملاً قائم کر کے عرفات کے مجمع عام میں اعلان کر دیا گیا کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ، ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی۔

سورہ نصر کا نزول خاص خاص صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب وفات کی اطلاع دے چکا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم ربانی فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (نصر)

کے مطابق زیادہ اوقات تسبیح و تہلیل میں بسر فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً ہر سال رمضان مبارک میں دس دن اعتکاف میں بیٹھتے تھے، لیکن رمضان ۱۰ھ میں 20 دن اعتکاف میں بیٹھے، سال میں ایک دفعہ ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پورا قرآن ناموس اکبر (جبرئیلؑ) کی زبانی سنتے تھے، لیکن وفات کے سال دو دفعہ یہ شرف حاصل ہوا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مناسک حج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال تم سے مل سکوں، بعض روایتوں میں یہ الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں، شاید اس کے بعد حج نہ کر سکوں حجۃ الوداع کے موقع پر تمام مسلمان کو اپنے فیض دیدار سے مشرف فرمایا، اور ان کو حسرت کے ساتھ وداع کیا، شہداء احد جو "بَلْ هُمْ اَحْيَآءٌ" کے مژدہ جانفزا سے فیض یاب تھے، آٹھ برس کے بعد آخری دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی اپنی زیارت سے مشرف کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ اسی زمانہ میں ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور اس رقت انگیز طریقہ سے ان کو وداع کیا کہ جس طرح ایک مرنے والا اپنے اعزہ کو وداع کرتا ہے، اس کے بعد ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا: میں تم سے پہلے حوض پر جا رہا ہوں، اس کی وسعت اتنی ہے جتنی ابلہ سے حجفہ تک مجھ کو تمام دنیا کے خزانوں کی کنجی دی گئی ہے، مجھے خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔ اور اس کے لئے آپس میں لڑائی اور خون ریزی نہ کرو تو پھر اسی طرح ہلاک ہو جاؤ، جس طرح تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ آخری دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔

۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ میں آدھی رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا تشریف لائے، تو مزاج ناساز ہوئی، یہ حضرت میمونہؓ کی باری کا دن تھا، پانچ دن تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں ازراہ عدل وکرم باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے، دوشنبہ کے دن مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہراتؓ سے اجازت لی کہ حضرت عائشہؓ کے گھر قیام فرمائیں، خلق عمیم کی بناء پر اجازت بھی صاف اور علانیہ نہیں طلب کی بلکہ پوچھا کہ کل میں کسی کے گھر رہوں گا، دوسرا دن (دوشنبہ) حضرت عائشہؓ کے یہاں قیام فرمانے کا تھا، ازواج مطہراتؓ نے مرضی اقدس سمجھ کر عرض کی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں، ضعف اس قدر ہوگیا کہ چلا نہیں جاتا تھا، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونوں بازو تھام کر بہ مشکل حضرت عائشہؓ کے حجرے میں لائے۔

آمدورفت کی قوت جب تک رہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے، سب سے آخری نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی، سر میں درد تھا، اس لئے سر میں رومال باندھ کر آپ تشریف لائے اور نماز ادا کی جس میں سورہ ''وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفاً'' قرات فرمائی عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہوچکی؟ لوگوں نے عرض کی کہ سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار ہے لگن میں پانی بھروا کر غسل فرمایا، پھر اٹھنا چاہا کہ غش آگیا، افاقہ کے بعد پھر فرمایا کہ نماز ہوچکی؟ لوگوں نے پھر وہی پہلا جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر غسل فرمایا، اور پھر جب اٹھنا چاہا تو غش آگیا، افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا، اور لوگوں نے وہی جواب دیا، تیسری مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا، پھر جب اٹھنے کا ارادہ کیا تو پھر غشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں، حضرت عائشہؓ نے معذرت کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب ہیں، آپ کی جگہ ان سے کھڑا نہ ہوا جائے گا، آپ نے پھر یہی حکم دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں، چنانچہ کئی دن تک حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔

وفات سے چار دن پہلے ظہر کی نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت کچھ سکون پذیر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ پانی کی سات مشکیں آپ پر ڈالی جائیں، غسل فرما چکے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ تھام کر مسجد میں لائے، جماعت کھڑی ہوچکی تھی اور حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آہٹ پاکر حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ کر اور لوگ ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔

نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا سب سے آخری خطبہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرلے یا خدا کے پاس (آخرت) میں جو کچھ ہے اس کو قبول کرلے لیکن اس نے خدا ہی کے پاس کی چیزیں قبول کیں، یہ سن کر ابوبکرؓ رو پڑے، لوگوں نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک شخص کا واقعہ بیان کرتے ہیں، یہ رونے کی کون سی بات ہے، لیکن رازدار نبوت سمجھ چکا تھا کہ وہ بندہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تقریر کا سلسلہ آگے بڑھایا اور فرمایا سب سے زیادہ میں جس کی دولتِ صحبت کا ممنون ہوں، وہ ابوبکرؓ ہیں، اگر میں دنیا میں کسی کو اپنی امت میں سے اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لئے کافی ہے، مسجد کے رخ کوئی دریچہ ابوبکر کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے، ہاں تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبر کو عبادت گاہ بنالیا ہے، دیکھو! تم ایسا نہ کرنا''

زمانہ علالت انصار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایات اور مہربانیوں کو یاد کرکے روتے تھے، ایک دفعہ اسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ کا گذر ہوا، انہوں نے انصار کو روتے دیکھا تو وجہ دریافت کی انہوں نے بیان کیا کہ حضور کی صحبتیں یاد آتی ہیں، ان میں سے ایک صاحب نے جاکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ بیان کیا، آج اس کی تلافی کا موقع تھا، اس لئے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کی نسبت لوگوں کی طرف خطاب کرکے فرمایا: یَا اَیُّھَا النَّاس'' (اے لوگو!) میں انصار کے معاملہ میں وصیت کرتا ہوں، عام مسلمان بڑھتے جائیں گے لیکن انصار اس طرح کم ہوکر رہ جائیں گے، جیسے کھانے میں نمک وہ اپنی طرف سے اپنا فرض ادا کرچکے، اب تمہیں ان کا فرض ادا کرنا ہے، وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں، جو تمہارے نفع و

نقصان کا متولی ہو (یعنی جو خلیفہ ہو) اس کو چاہئے کہ ان میں جو نیکو کار ہوں ان کو قبول کرے اور جن سے خطا ہوئی ہو ان کو معاف کرے

او پر گزر چکا ہے رومیوں کی طرف جس فوج کا بھیجنا آپ ﷺ نے تجویز کیا تھا، اس کی سرداری اسامہ بن زید کو تفویض فرمائی تھی، اس پر لوگوں نے (ابن سعد نے تصریح کہ ہے کہ وہ منافقین تھے) شکایت کی کہ بڑے بوڑھوں کے ہوتے ہوئے نو جوانوں کو یہ منصب کیوں عطا ہوا، آپ ﷺ نے اس مسئلہ کی نسبت ارشاد فرمایا، اگر اسامہ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے تو اس کے باپ زید کی سرداری پر بھی تم معترض تھے، خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اس کے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔''

اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک دقیق فرق یہ ہے کہ اسلام شریعت کے تمام احکام کا واضع اور حاکم براہ راست خدائے پاک کو قرار دیتا ہے، پیغمبر کا صرف اسی قدر فرض ہے کہ احکام الٰہی کو اپنے قول وعمل کے ذریعہ سے بندوں تک پہنچادے، چونکہ دوسرے مذاہب میں یہ غلط فہمی شرک وکفر تک ہو چکی تھی، اور اس کے نتائج پیش نظر تھے اس لئے ارشاد فرمایا: حلال وحرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور وہی چیز حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔''

انسان کی جزا وسزا کی بنیاد خود اس کے ذاتی عمل پر ہے، آپ نے فرمایا: اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ! اور اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ! خدا کے یہاں کے لئے کچھ کرلو میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔''

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ حجرہ عائشہ میں تشریف لائے، آپ ﷺ کو حضرت فاطمہ زہراؓ سے بے حد محبت تھی (اثنائے علالت) ان کو بلا بھیجا، تشریف لائیں تو ان سے کان میں کچھ باتیں کیں، وہ رونے لگیں، پھر بلا کر کان میں کچھ کہا تو ہنس پڑیں، حضرت عائشہ نے دریافت کیا تو کہا فرمایا کہ پہلی دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی مرض میں انتقال کروں گا، جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی تو ہنسنے لگی۔

یہود و نصاری نے انبیاء کے مزارات اور یادگاروں کی تعظیم میں جو افراط کی تھی، وہ بت پرستی کی حد تک پہنچ گئی تھی، اسلام کا فرض اولین بت پرستی کی رگ وریشہ کا استیصال کرنا تھا، اس لئے حالت مرض میں جو چیز سب سے زیادہ پیش نظر تھی یہی تھی، اتفاق سے بعض ازواج مطہرات نے جو حبشہ ہو آئی تھیں، اسی حالت میں وہاں کے عیسائی معبودوں کا اور ان کے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنالیتے ہیں اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے ہیں، قیامت کے روز اللہ عزوجل کی نگاہ میں یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔ عین کرب کی شدت میں جب کہ چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے تھے اور کبھی گرمی سے گھبرا کر الٹ دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے، یہود و نصاری پر خدا کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔''

اسی کرب و بے چینی میں یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں، دریافت فرمایا کہ وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ محمد خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا؟ جاؤ ان کو خدا کی راہ میں خیرات کردو۔

مرض شدت میں تخفیف ہوتی رہتی تھی، جس دن وفات ہوئی (یعنی دوشنبہ کے روز) بظاہر طبیعت کو سکون تھا، حجرہ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا، آپ ﷺ نے (صبح کے وقت) پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ (فجر کی) نماز میں مشغول تھے، دیکھ کر مسرت سے ہنس پڑے لوگوں نے آہٹ پا کر خیال کیا کہ آپ ﷺ باہر آنا چاہتے ہیں، فرط مسرت سے تمام لوگ بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو امام تھے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں، آپ ﷺ نے اشارہ سے روکا اور حجرہ شریف میں داخل ہو کر پردے ڈال دیئے۔

یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہ نے جمال اقدس کی زیارت کی، حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کا کوئی ورق ہے۔

دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہوجاتا تھا، حضرت فاطمہؓ یہ دیکھ کر بولیں واکرب اباہ (ہائے میرے باپ کی بے چینی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبر کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ موت کو قبول کرے یا حیات دنیا کو ترجیح دیں، اس حالت میں اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہے۔ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا نے انعام کیا اور کبھی فرماتے: اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَىٰ. خداوندا بڑے رفیق ہیں'' وہ سمجھ گئیں کہ اب صرف رفاقت الٰہی مطلوب ہے۔

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن خدمت اقدس میں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے تھے، حضرت عبدالرحمن کے ہاتھ میں مسواک تھی، مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا، حضرت عائشہؓ سمجھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرنا چاہتے ہیں، حضرت عبدالرحمن سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی، اور خدمت اقدس میں پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آرہا تھا، سہ پہر تھی ہے سینہ میں سانس کی گھر گھراہٹ محسوس ہوتی تھی، اتنے میں لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے۔
اَلصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اِيْمَانُكُمْ۔ نماز اور غلام
پاس پانی کی لگن تھی، اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر ملتے، چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا دیتے تھے، اتنے میں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَىٰ. اور اب وہ بڑا رفیق درکار ہے۔
یہی کہتے کہتے رُوح پاک عالم قدس میں پہنچ گئی۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً كَثِيْرًا كَثِيْراً.

تجہیز و تکفین

عقیدتمندوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کو الوداع کہا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی کہ جو کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس کا سر اڑا دوں گا۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے تمام صحابہؓ کے سامنے خطبہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جہاں سے تشریف لے جانا یقینی تھا، اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سنائیں، تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور اس ناگزیر واقعہ کا یقین آیا ہے تجہیز و تکفین کا کام سہ شنبہ کو شروع ہوا، یہ خدمت خاص اعزہ واقارب نے انجام دی، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ نے پردہ کیا، اور حضرت علیؓ نے غسل دیا، حضرت عباسؓ بھی موقعہ پر موجود تھے۔
غسل و کفن کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کہاں کیا جائے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، نبی جس مقام پر وفات پاتے ہیں وہیں دفن بھی ہوتے ہے، چنانچہ نعش مبارک اٹھا کر اور بستر الٹ کر حجرہ عائشہ میں اسی مقام پر قبر کھودنا تجویز ہوا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی میدان میں اس لئے دفن نہیں کیا گیا کہ آخری لمحوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال تھا کہ لوگ فرط عقیدت سے میری قبر کو بھی عبادت گاہ نہ بنالیں، میدان میں اس کی حفاظت مشکل تھی۔
حضرت ابوطلحہؓ نے مدینہ کے رواج کے مطابق قبر کھودی، جو لحد بغلی تھی۔ جنازہ تیار ہوگیا تو لوگ نماز کے لئے لوٹے، جنازہ حجرے کے اندر تھا، باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے، پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے نماز پڑھی لیکن کوئی امام نہ تھا، جسم مبارک کو حضرت علیؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے قبر میں اتارا۔
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ صَلَاةً وَسَلَامًا دَائِمَيْنِ مُتَلَازِمَيْنِ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ